وجود شیعہ

ایک تعارف

تالیف

حجۃ الاسلام مولانا سید احمد علی عابدی صاحب

ناشر

ویسٹرن ٹراول سروس

۲۴/۲۰، ڈھبو اسٹریٹ، ممبئی ۴۰۰۰۰۳۔

يَا غَافِرَ الذُّنُوبِ

برائے ایصال ثواب

والد محترم شیخ محمد رضا صاحب مرحوم

اور

والدہ مرحومہ آمنہ بنت ابو جعفر مرحوم

مومنین سے التماس ہے کہ والدین مرحومین کو ایک سورہ فاتحہ سے فراموش نہ فرمائیں

ملتمسین

شیخ محمد مہدی **شیخ محمد رضی**

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَابْنَ الْعُلُوْمِ الْكَامِلَةِ

وجود شیعہ

کسی کے پیروکار کو شیعہ کہتے ہیں۔ اور آج کل شیعہ ان حضرات کو کہا جاتا ہے جو اپنے دنیاوی اور اخروی امور میں، عقائد، اعمال و اخلاق میں حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کی پیروی کرتے ہیں۔ دین و دنیا کے تمام مسائل میں حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام اور ان کے گیارہ معصوم فرزندوں علیہم السلام کے اقوال و اعمال کو اپنے حق میں خداوند عالم کا حکم اور فیصلہ جانتے ہیں۔ اس کی دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت پیغمبر اکرم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نہایت معتبر حدیث ہے: **"میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں جو شہر میں آنا چاہتا ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ دروازے سے آئے"**[1] چونکہ اسلام کی تمام تعلیمات کا سرچشمہ سرکارِ

---

1 البدایۃ والنہایہ، ج۷، ص۳۵۸؛ مستدرک الصحیحین، ج۳، ص۱۲۶

رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔ احکام، اخلاق و عقائد کی ساری نہریں اسی چشمہ فیاض سے نکلتی ہیں۔ اس بنا پر شیعہ اس بات پر سختی سے پابند ہیں کہ اگر صحیح دین حاصل کرنا ہے تو بس حضرت علی علیہ السلام کے ذریعہ کیونکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بس انہیں دروازہ اور ذریعہ قرار دیا ہے۔ اس در کے علاوہ اگر کہیں اور سے دین حاصل کیا گیا تو وہ سرکار رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرضی کے مطابق نہ ہوگا۔

اس کے علاوہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کی ابتداء (دعوت ذو العشیرہ) سے انتہاء (غدیر خم) تک متعدد مرتبہ لوگوں کے سامنے حضرت علی علیہ السلام کی خلافت و ولایت کا اعلان فرمایا اور لوگوں سے بیعت بھی لی۔ لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام کو امیر المؤمنین (مؤمنین کے امیر) کہکر سلام بھی کیا اور بیعت بھی کی۔[1] اسی کے ساتھ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کی محبت کو "ایمان و تقویٰ اور ان سے بغض و عداوت کو

---

۱ تاریخ ابن عساکر، ج ۲، ص ۲۶۰؛ الغدیر، ج ۱، ص ۲۷۰

کفر و نفاق" بتایا ہے۔[1]

یہی وجہ ہے کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے ہی میں ایسے افراد نظر آتے ہیں جو حضرت علی علیہ السلام کو جان و دل سے چاہتے تھے اور یہ لوگ آنحضرتؐ کے زمانے ہی میں "شیعہ علی" کے نام سے جانے پہچانے جاتے تھے خود مرسل آعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو قرآن کے مطابق "کائنات کی بہترین مخلوق"[2] (خیر البریۃ) قرار دیا اور فرمایا: اے علی اس آیت کے مصداق تم اور تمہارے شیعہ ہیں تم لوگ قیامت میں خوش رہو گے۔ خدا بھی تم سے راضی و خوشنود رہے۔[3]

اس طرح حضرت علی علیہ السلام کے ماننے والوں اور ان کی پیروی کرنے والوں کے لئے نام شیعہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجویز فرمایا ہے۔ یہ نام

---

۱ کشف الغمہ، ج۱، ص ۱۲۱

۲ سورہ بیّنہ، آیت ۷

۳ اہل سنت کے معتبر عالم جلال الدین سیوطی کی تفسیر الدرالمنثور، ج۱، ص ۳۷۹ اور غایۃ المرام، ص ۲۲۶

اور یہ لوگ بعد کی ایجاد نہیں ہیں بلکہ یہ نام سنتِ رسول ﷺ ہے۔ جبکہ بقیہ مذاہب کے نام بھی بعد کی ایجاد ہیں۔

ظہور شیعہ

قرآن مجید خداوند عالم کی نازل کردہ آسمانی کتاب ہے۔ اس کا ہر حکم خدا کا حکم ہے۔ کسی کو بھی یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ قرآن کی مخالفت کرے یا اس کی من مانی تفسیر کرے پیغمبر اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو شخص قرآن کی من مانی تفسیر کرے گا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

حضرت رسول خدا ﷺ کے انتقال کے بعد حالات نے کچھ اس طرح کروٹ لی تھی کہ قرآن کریم کی تفسیر کچھ اس انداز سے کی جارہی تھی کہ قرآن کی دوسری آیتیں اس کی مخالف تھیں۔ اسلامی احکام شخصی اور سیاسی صوابدید کے تحت بیان اور نافذ کئے جارہے تھے۔ جو بسا اوقات قرآن کے صریح خلاف تھے۔ (اسلام بدکاروں کو سنگسار کرنے کا حکم دیتا

ہے۔اور حکمراں بدکاروں کو سیاسی مفاد کے تحت اجتہاد کے سایہ میں پناہ دے رہے تھے، اسلام مرنے والے کے ورثہ کو میراث دینے کا حکم دیتا ہے صاحبان اقتدار ذاتی اور موروثی جائیداد کو سرکاری املاک قرار دے رہے تھے۔ایسی مثالیں تاریخ کے دامن میں بکھری ہوئی ہیں) ایسے حالات میں کچھ لوگوں نے حالات سے سمجھوتہ کرلیا تھا۔کیونکہ مفاد اسی میں محفوظ تھا۔ بعض خوف کی وجہ سے خاموش تھے۔اور ہاں میں ہاں ملا رہے تھے۔اور کچھ مردان خدا ایسے بھی تھے جو خدا اور رسول کی خوشنودی کے لئے ہر طرح کے خوف وہراس سے بے پرواہو کر ذاتی اغراض و مفاد سے بلند ہو کر۔اپنی دینی ذمہ داریوں پر عمل کرتے ہوئے اس طرح کی تفسیر اور اسلام مخالف روش کی مخالفت کر رہے تھے۔وہ لوگ اس بات سے ہرگز خوش نہیں تھے کہ "باب مدینۃ العلم" کے ہوتے ہوئے لوگ کیوں قرآن اور اسلام کی من مانی اور غلط تفسیر کر رہے ہیں۔اور اس مرکز علم و حکمت کی طرف رجوع نہیں کررہے ہیں۔ جس کی طرف رجوع کرنے کا حکم خدا اور اس کے رسول ﷺ نے دیا تھا۔اور باربار جس کا تعارف کرایا تھا کس منصوبے کے تحت یہ سارے کام ہو رہے

ہیں؟ان لوگوں کو من مانی کرنے کا حق کس نے دیا ہے؟حق حقدار کے حوالے کیوں نہیں کیا جاتا؟

جیسے جیسے اس طرح کے اعتراضات بڑھتے گئے ویسے ویسے یہ افراد نمایاں ہوتے چلے گئے۔یہ لوگ اسلام کی جملہ تعلیمات کو اھل البیت علیہم السلام کے تناظر میں دیکھنا چاہتے تھے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منشاء بھی یہی تھا یہ وہی لوگ تھے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ''شیعۂ علی'' کے نام سے جانے پہچانے جاتے تھے۔چونکہ ان لوگوں کی روش سے حاکمان وقت خوش نہیں تھے۔یہ ان پر کھلی تنقید کرتے تھے ان کی غلطیوں کی نشاندہی کرتے تھے حکومت ان پر سختیاں کرتی تھی انہیں سختیوں نے ان کو اور زیادہ اُبھرنے کا موقع دیا۔جناب ابوذر علیہ الرحمہ اس کی ایک واضح مثال ہیں۔

بنیادی وجہ

جس چیز نے ان لوگوں کو بقیہ دوسرے لوگوں سے جدا اور ممتاز

کر دیا۔ وہ ان لوگوں کا یہ عقیدہ تھا یہ لوگ نہایت مستحکم اور نا قابل انکار دلیلوں کی بنا پر یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا کے حکم سے حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کو اپنا جانشین اور خلیفہ معین فرمایا ہے لہٰذا خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس انتخاب اور اعلان کے بعد کسی بھی مسلمان کو یہ حق نہیں ہے کہ اس کو نظر انداز کرے اور دوسرے کو خلیفہ منتخب کرے۔[1]

لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام کو تختِ خلافت سے دور رکھنے کی جو دلیل پیش کی تھی وہ یہ تھی چونکہ حضرت علی علیہ السلام نے اسلامی جنگوں میں اسلام کی نمائندگی کرتے ہوئے بہت سے لوگوں کو قتل کیا تھا اور اس وقت اسلام لانے والوں میں ان مقتولین کی اولادیں ہیں جو حضرت علی علیہ السلام کو پسند نہیں کرینگی لہٰذا ان کو دور رکھنا ہی بہتر ہے۔

سوال یہ ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام نے جن کو قتل کیا تھا وہ ذاتی مفاد کے لئے تھا یا اسلام کے لئے؟ یقیناً اسلام کے لئے تھا۔ یہ تو

---

۱ سورہ احزاب، آیت ۳۶

حضرت علی علیہ السلام کی فضیلت ہے جس نے اسلام کے لئے اتنی قربانیاں دی ہوں۔ جس کا جذبۂ اخلاص ہر خاص و عام کے لئے واضح ہو۔ اس کو دور کرنے کا کیا مطلب؟ لوگوں کو اسلام سے وفاداری کرنا چاہئے تھی نہ کہ مقتول کفار سے.......... شاید یہی وجہ تھی کہ بعض مصلحت پسندوں نے اسلامی جنگوں میں شروع ہی سے کوئی نمایاں حصہ نہیں لیا اور کسی ایک کی نکسیر بھی نہ توڑی تاکہ دشمنان اسلام کے دل میں ان کے تعلق سے کوئی کسک نہ ہو۔

اس کے علاوہ اگر کچھ لوگ حق تسلیم کرنے پر تیار نہیں تو ان کو تیار کرنا چاہیئے نہ کہ ان کے خوف یا ان کی خوشنودی کے لئے حق سے دست بردار ہو جانا چاہیئے۔ اگر اتنا ہی خوف ہے تو حق کا اعلان ہی نہیں کرنا چاہئے۔

اسی طرح کے اور بھی اسباب تھے جس کی بنا پر یہ لوگ اکثریت سے جدا ہو گئے ان لوگوں نے ہر طرح کی سختی اور مصیبت کو دل و جان سے خرید امگر حق سے کنارہ کش ہونا لمحہ بھر کے لئے بھی گوارا نہ کیا۔ ان حق

پرستوں پر ہمارا لاکھوں سلام۔

ان باتوں سے یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ شیعہ اسلام سے ہٹ کر کوئی چیز نہیں ہے بلکہ ان عقائد و احکام و انظار و افکار کا نام ہے جو شہر علم (رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور باب شہر علم (علی مرتضیٰ علیہ السلام) سے اخذ کئے گئے ہیں۔ چونکہ ان لوگوں نے اپنے سارے عقائد و احکام معصوم رہبروں سے حاصل کئے ہیں لہٰذا ان کے ہدایت یافتہ ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔

تعلیمات

دین کی تعلیمات کو عام طور سے دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ وہ تعلیمات جن کا تعلق دل کی گہرائیوں سے ہے ان کو عقائد اور اصطلاحی طور پر اصول دین کہا جاتا ہے وہ تعلیمات جن کا تعلق اعضاء و جوارح سے ہے ان کو احکام و مسائل اور اصطلاحی طور پر فروع دین کہا جاتا ہے ایک سلسلۂ تعلیم اور بھی ہے جس کو اخلاق کہا جاتا ہے۔

اختصار کے پیش نظر اجمالی خاکہ پیش کرتے ہیں تفصیل کے خواہاں ان موضوعات کی معتبر کتابوں کی طرف رجوع فرمائیں۔

عقائد

معرفتِ خدا

اگر انسان اپنے وجود میں شعور کی گہرائیوں سے مطالعہ کرے اور اپنی حقیقت کو دریافت کرنے کی کوشش کرے تو یہ حقیقت واضح ہو کر اس کے سامنے آجائیگی کہ اس کا وجود اس کا ہوتے ہوئے بھی اس کا نہیں وہ اپنے وجود کا مالک نہیں ہے اس کا وجود کوئی مستقل حقیقت نہیں ہے بلکہ ہر لحظہ اس میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ایک لمحہ بھر اسے قرار نہیں ہے کبھی خوش کبھی ناخوش، کبھی مسرور کبھی غمگین۔اسے یہ محسوس ہونے لگتا ہے اس کے بدن کا کوئی اور مالک ہے وہ زیادہ اختیار رکھتا ہے۔ اس میں تبدیلیاں ایجاد کرتا ہے۔ بچپنے سے بڑھاپے تک ہر لمحہ اس میں

تبدیلیاں ہو رہی ہیں۔ صحت و مرض اس کے اختیار میں نہیں ہے جتنا انسان اپنے بارے میں سوچتا جائیگا۔ غور و فکر کرتا جائیگا۔ اپنے آپ کو دریافت کرتا جائیگا اتنا ہی اس کو اپنی عاجزی کا یقین ہوتا جائیگا اپنی بے مائیگی کا احساس ہو گا ویسے ویسے اس کے دل میں یہ یقین جڑ پکڑتا جائیگا کہ کوئی ہے جس کی عنایتوں سے یہ زندہ ہے اور سانس لے رہا ہے۔ کوئی ہے جو اس پر حکومت کر رہا ہے۔ جس کے اختیارات اس سے کہیں زیادہ ہیں۔ اس کے مقابلہ میں وہ کچھ بھی نہیں ہے پوری زندگی بس اسی کی عنایت ہے۔ وہ ذات جو اسے زندگی دے رہی ہے اسی کو خدا کہتے ہیں اور جب انسان کو اپنی عاجزی اور خدا کی قدرت کا یقین ہو گا تو بے اختیار اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جائیگا اس کو دل کی گہرائیوں سے جاننے لگے گا۔ کیونکہ وہ دیکھ رہا ہے کہ خدا نے اس کے مطالبہ اور استحقاق کے بغیر کتنی زیادہ نعمتیں دی ہیں وہ خود فقر محض ہے اور خدا غنی مطلق ہے۔ اپنے فقر کا احساس اور خدا کی بے نیازی کا یقین انسان کو خدا کی عبادت پر دل سے آمادہ کر دیتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہماری روایتوں میں یہ جملہ بار بار نظر آتا ہے:

مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ

جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے خدا کو پہچان لیا۔

اس معرفت کے لئے بس توجہ باطن درکار ہے البتہ اس کا امکان ہے کہ انسان دنیا میں اس قدر الجھ جائے کہ اسکو اپنے آپ میں دیکھنے کا موقع ہی نہ ملے......

عدل

ظلم ہمیشہ احتیاج اور کمزوری کا نتیجہ ہوتا ہے۔جو شخص اپنی خواہشات کا شکار ہوتا ہے اور ان کے حصول کے لئے کمزور ہوتا ہے تو وہ ظلم کا سہارا لیتا ہے وہ انسان جس کے دل میں اقتدار کی ہوس ہے یا مال و دولت............ کی تمنا ہے۔اور وہ یہ دیکھتا ہے کہ یہ چیزیں جائز طریقے سے حاصل نہیں ہو رہی ہیں یا کوئی انسان اس کی بات تسلیم نہیں کر رہا ہے تو وہ ظلم کے ذریعہ اپنے خواہشات کی تکمیل کرتا ہے۔اسی لئے شب جمعہ

کی ایک دعا میں یہ جملہ ملتا ہے

إِنَّمَا يَحْتَاجُ إِلَى الظُّلْمِ الضَّعِيفُ

ظلم کا وہی محتاج ہوتا ہے جو ضعیف اور کمزور ہوتا ہے

اور ابھی ہم یہ دیکھ چکے کہ خدا غنی مطلق ہے وہ ہر طرح سے بے نیاز ہے تو وہ ظلم کیوں کرے گا۔

اس کے علاوہ جب انسان اپنے آپ میں اور کائنات میں غور کرتا ہے تو دیکھتا ہے کہ کہیں کوئی چیز غیر مناسب نہیں ہے تمام چیزیں بہت مناسب اور موزون جگہ پر ہیں اس مختصر بیان کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ نظم کائنات کا ذرہ ذرہ عدل پروردگار کی ترجمانی کرتا ہے۔ اور اسکی ذات اقدس کو ہر طرح کے نقص و عیب سے پاک و پاکیزہ ہر طرح کے ظلم و جور سے بری و منزہ بتاتا ہے۔ کائنات کا عادلانہ نظام عدل الٰہی کا پتہ دے رہا ہے۔

معرفتِ انبیاء (نبوت)

مادر گیتی کی آغوش سے سر ابھارنے والا ہر پودہ اپنے کمال کی طرف رواں دواں رہتا ہے ایک بیج تناور درخت بننا چاہتا ہے۔ نطفہ انسان کامل بننے کی طرف بڑھتا رہتا ہے۔ چونکہ انسان صرف مادہ ہی مادہ نہیں ہے بلکہ جہاں اس کا بدن مادی ہے وہیں اسکی روح غیر مادی ہے یہ انسانی روح ہے جو اس کو بقیہ تمام مخلوقات سے جدا کر رہی ہے۔ یہ تو ایک طرف اور دوسری طرف انسان اجتماعی پیدا کیا گیا ہے اس کو زندگی بسر کرنے کے لئے اپنے ہم نوع افراد سے مدد لینا پڑے گی اور ان کو تعاون دینا ہوگا۔ یہ اجتماعی ضرورتیں قوانین کا تقاضا کرتی ہیں۔ تاکہ کوئی کسی پر ظلم نہ کرے۔ کوئی زیادتی نہ کرے اور معاشرہ امن و امان کے ساتھ ترقی کی منزلیں طے کر سکے۔ اور کمال کی اس منزل تک پہونچ سکے جو خدا نے معین کی ہے۔

ان دونوں ضرورتوں کے پیش نظر انسان کو رہنما کی ضرورت ہے جو اس کو صحیح راستہ کی طرف رہنمائی کر سکے۔ اور وہ رہنما ایسا ہو جو خود

گناہوں سے پاک ہو شخصی اغراض اور ذاتی مفاد سے بلند ہو۔ کیونکہ اگر وہ خود خطاکار ہو گا تو لوگوں کو کس طرح خطاؤں سے دور رکھے گا۔ اور جو شخصی اغراض اور ذاتی مفاد کی زنجیروں میں گرفتار ہو گا وہ لوگوں کے لئے عمومی قوانین بیان نہیں کر سکے گا۔ اس طرح معاشرہ کمال کے بجائے زوال کی طرف جائیگا۔ امن وامان کے بجائے ظلم وجور ہو گا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ یہ رہبر ایسا ہو جو گناہوں اور خطاؤں سے پاک ہو شخصی اغراض وذاتی مفاد سے بلند ہو.........یعنی اصطلاحی طور پر معصوم ہو۔

عصمت ایک باطنی صفت ہے جس سے خدا کے علاوہ کوئی اور واقف نہیں ہو سکتا لہٰذا ضروری ہے یہ رہبر خدا کی جانب سے معین کیا گیا ہو۔ خدا اور اس رہبر میں ربط ہو۔ چونکہ یہ ایک عظیم منصب ہے بہت سے حریص اس کا دعویٰ کر سکتے ہیں لہٰذا الٰہی رہبر کے پاس کوئی ایسی دلیل ہو جو اسکی صداقت پر گواہ ہو۔ جس کی بنا پر سچے اور جھوٹے میں تمیز کی جا سکتی ہو۔

اس دلیل کو معجزہ بھی کہتے ہیں کیونکہ دوسرے اس چیز کے کرنے

سے عاجز ہیں اور اس کو آیت بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ رہبر کی صداقت کی نشانی ہوتی ہے۔ اس رہبر کو اصطلاحی طور پر نبی اور رسول کہا جاتا ہے اور اس منصب کو نبوت اور رسالت کے مقدس نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

روایتوں کے مطابق کل انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ۱۲۴۰۰۰ ہے جن میں پانچ صاحب شریعت ہیں۔ جیسا کہ سورہ شوریٰ کی پندرہویں آیت میں ہے:

شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوحًا وَ الَّذِى أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسٰى وَعِيسٰى

خدا نے تمہارے لئے جو دین و شریعت قرار دی ہے وہ احکام ہیں جن کے بارے میں جناب نوح سے وصیت کی گئی تھی اور وہی چیز ہم نے آپ پر نازل کی ہے۔ اور اسی چیز کی جناب ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے بھی تاکید کی تھی۔

صاحبان شریعت انبیاء کو اولوالعزم بھی کہا جاتا ہے اور وہ یہ ہیں۔

۱۔جناب نوح علیہ السلام ۲۔جنابِ ابراہیم علیہ السلام ۳۔جناب موسیٰ علیہ السلام ۴۔جنابِ عیسیٰ علیہ السلام ۵۔ ختمی مرتبت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

ہمارے نبیؐ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں قرآن نے آپ کو خاتم النبیین[۱] کہا ہے۔اب آپ کے بعد قیامت تک کوئی دوسرا نبی و رسول نہیں آئیگا آپ کی شریعت آخری شریعت ہے قرآن کریم خدا کی آخری نازل کردہ کتاب ہے۔اوریہی قرآن آنحضرت کی رسالت کا ابدی معجزہ ہے جو آج ہمارے درمیان موجود ہے۔جس کی تلاوت اور جس کی باتوں پر عمل کرنا ہر مسلمان کا دینی فریضہ ہے۔

معرفت رہبر۔(امامت)

نبوت کے بیان کے ذیل میں یہ بات واضح ہوگئی کہ معاشرہ کے لئے رہنما کی ضرورت ہے اور یہ رہنما حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔

---

۱ سورہ احزاب، آیت ۴۰

ساری دنیا کا یہ قانون ہے جب بھی کوئی رہنما کچھ دنوں کے لئے اپنے ملک سے باہر جاتا ہے تو وہ جانے سے پہلے اپنا جانشین معین کرتا ہے۔جانشین کا تعین رہنما کی "منصبی ذمہ داری" ہے یہ بات خلاف فطرت و عقل ہے کہ رہنما جانشین معین کئے بغیر چلا جائے اور وہ بھی ایسا رہنما جو اپنی قوم کے حق میں صد درجہ ہمدرد اور مہربان ہو۔یہ ایک فطری اور عقلی قانون ہے۔

دین اسلام عقل و فطرت پر استوار ہے اس کا کوئی بھی قانون عقل و فطرت سے الگ ہٹ کر نہیں ہے پیغمبر اکرم ﷺ کو پہلے ہی اپنے انتقال کی خبر مل گئی تھی تو عقل و فطرت کا تقاضا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ اپنی رحلت سے پہلے اپنا جانشین معین کر دیں اور سارے لوگوں سے اس کا تعارف بھی کرا دیں وہ پیغمبر جس نے انسانی زندگی کے معمولی سے معمولی مسئلہ کو بیان کیا ہو یہ بات کیونکر ممکن ہے کہ عظیم الشان پیغمبر نے اسلام کی زندگی کا اتنا اہم مسئلہ بیان نہ کیا ہو۔یہ بات ناممکن ہے خلاف عقل و فطرت ہے اور پیغمبر اکرم ﷺ کی ذات اس طرح کے کاموں سے بہت

بلند و بالا ہے۔

یہی وہ جگہ ہے کہ جہاں شیعیت کے خطوط واضح طور پر نمایاں ہو جاتے ہیں۔ شیعہ یہ کہتے ہیں اور بالکل بجا کہتے ہیں کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی ہی میں خداوند عالم کے حکم سے حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کو اپنا جانشین معین کر دیا تھا۔ اور تاکیدِ الٰہی کی بنا پر بار بار جانشین و خلیفہ کے عنوان سے ان کا تعارف بھی کرایا تھا۔

اور لوگوں سے حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام کی خلافت و امامت کی بیعت بھی لی تھی شیعہ اس سلسلے میں اہل سنت کی معتبر کتابوں سے دلیل پیش کرتے ہیں ایسی متواتر اور واضح روایتیں پیش کرتے ہیں جس کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اختصار کے پیش نظر یہاں صرف چند آیتوں اور روایتوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں استدلالی بحث کے لئے اس موضوع سے متعلق کتابوں کا مطالعہ ضروری ہے۔

بعض آیتیں یہ ہیں جن کی تفسیر اور شان نزول میں باقاعدہ حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کا تذکرہ ہے:

(۱) آیۂ انذار (دعوت ذولعشیرہ)(سورہ شعراء، آیت ۲۱۴)

(۲) آیۃ ولایت (سورۃ مائدہ آیہ ۵۵)

(۳) آیۃ اطاعت (سورہ نساء، آیت ۵۹)

(۴) آیۃ غدیر (سورہ مائدہ، آیت ٦۷)

(۵) آیہ سئل سائل (سورہ معارج، آیت ۱-۲)

(٦) آیۂ اکمال دین (سورہ مائدہ آیت ۳)

بعض روایتیں یہ ہیں:

۱۔ حدیث منزلت:

يَا عَلِيُّ أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسٰى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ

اے علی تم کو مجھ سے وہ نسبت حاصل ہے جو جناب ہارون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حاصل تھی۔

قرآن کے مطابق جناب ہارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بلافصل خلیفہ تھے۔[1]

۲۔ حدیث ثقلین:

إِنِّی تَارِکٌ فِیکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابَ اللهِ وَ عِتْرَتِی أَهْلَ بَیْتِی مَا إِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِی أَبَدًا وَإِنَّهُمَا لَنْ یَفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ

میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جارہا ہوں ایک خدا کی کتاب قرآن اور دوسرے میری عترت و اہل بیت جب تک تم ان دونوں سے متمسک رہو گے میرے بعد ہرگز گمراہ نہیں ہوگے اور یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات نہ کریں۔

---

۱ سورہ اعراف، آیت ۱۴۲

جس طرح قرآن مجید کی موجودگی میں کسی بھی دوسری کتاب سے تمسک جائز نہیں ہے۔ کسی دوسری کتاب کو خدا کی کتاب قرار دینا درست نہیں ہے۔ اسی طرح اہل بیت رسول علیہم السلام کی موجودگی میں دوسروں سے تمسک کرنا اور اہل بیت علیہم السلام کی موجودگی میں دوسروں کو ان پر ترجیح دینا درست نہیں ہے۔

۳۔ حدیث سفینہ:

مَثَلُ أَهْلِ بَيْتِى كَمَثَلِ سَفِينَةِ نُوحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجَا وَ مَنْ تَرَكَهَا غَرَقَ

میرے اہل بیت کی مثال جناب نوح کی کشتی کی طرح ہے جو اس میں سوار ہوا وہ نجات پا گیا اور جس نے اس کو چھوڑ دیا اور سوار نہ ہوا وہ ہلاک ہو گیا۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد اہل بیت علیہم السلام ہی کشتی نجات ہیں جو ان کی امامت و خلافت بلا فصل کا قائل ہے وہ اس کشتی میں سوار ہے اور

بس وہی نجات یافتہ ہے۔

۴۔ حدیث حق:

عَلِیٌّ مَعَ الْحَقِّ وَ الْحَقُّ مَعَ عَلِیٍّ

علی علیہ السلام حق کے ساتھ ہیں اور حق علی علیہ السلام کے ساتھ ہے

۵۔ حدیث غدیر:

مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَھٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاہُ

میں جس کا مولیٰ ہوں یہ علیؑ بھی اس کے مولیٰ ہیں۔

اس حدیث میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلا فصل حضرت علی علیہ السلام کی ولایت و امامت کا اعلان فرمایا ہے۔ یعنی وہ تمام حقوق اور اختیارات جو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد یہ تمام حقوق اور اختیارات حضرت علی علیہ السلام کو حاصل ہیں۔ جس طرح حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں کسی دوسرے کی نبوت و رسالت کا سوال نہیں ہے اسی طرح حضرت علی علیہ السلام کی موجودگی میں کسی

دوسرے کی خلافت و امامت کا سوال نہیں ہے۔ حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام اس حدیث غدیر کی روشنی میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلا فصل جانشین ہیں۔

۶۔ حدیثِ قرطاس:

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں جب تمام بزرگ اصحاب آپ کے گھر میں موجود تھے آپؐ نے فرمایا:

قلم اور کاغذ لے آؤ میں تمہارے لئے ایسی بات لکھ دوں تا کہ تم ہرگز گمراہ نہ ہو۔[۱]

اس وقت عمر نے کہا حضرت پر مرض کا غلبہ ہو گیا ہے ہمارے لئے خدا کی کتاب کافی ہے۔

یہ تمام آیتیں اور روایتیں حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کی خلافت بلا فصل کا اعلان کر رہی ہیں۔ ان دلیلوں کی روشنی میں شیعہ بجا طور پر یہ

---

۱ صحیح بخاری، ج ۱، ص ۷۳، ج ۷، ص ۹؛ مسند احمد حنبل، ج ۱، ص ۳۳۶

عقیدہ رکھتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان کے بلا فصل جانشین اور ملت اسلامیہ کے ولی اور رہبر حضرت علی علیہ السلام ہیں۔

جس طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا کے حکم سے حضرت علی علیہ السلام کی امامت و خلافت کا اعلان فرمایا تھا اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح قیامت تک کے اماموں کا تعارف کرا دیا۔

سلمان فارسی کا بیان ہے کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا امام حسین علیہ السلام رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زانوؤں پر بیٹھے ہوئے ہیں اور رسول خدا ان کی آنکھوں اور دہن کا بوسہ لے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں تم سردار ابن سردار ہو۔ تم امام ابن امام ہو۔ تم حجت خدا فرزندِ حجتِ خدا ہو اور تم ۹ حجت خدا کے پدر بزرگوار ہو جن کا نواں ان کا قائم ہے۔[۱]

بارہ امام اس طرح ہیں ۱۔ حضرت علی علیہ السلام ۲۔ حضرت حسن ابن علی علیہما السلام ۳۔ حضرت حسین بن علی علیہما السلام ۴۔ حضرت علی بن الحسین زین

---

۱ ینابیع المودہ ص۳۰۸

العابدین علیہ السلام ۵۔ حضرت محمد بن علی الباقر علیہ السلام ٦۔ حضرت جعفر بن محمد الصادق علیہ السلام ۷۔ حضرت موسیٰ بن جعفر الکاظم علیہ السلام ۸۔ حضرت علی بن موسی الرضا علیہ السلام ۹۔ حضرت محمد بن علی التقی علیہ السلام ۱۰۔ حضرت علی بن محمد النقی علیہ السلام ۱۱۔ حضرت حسن بن علی العسکری علیہ السلام ۱۲۔ حضرت حجۃ بن الحسن القائم علیہ السلام۔

بارہویں امام کو امام مھدی صاحب الزمان ولی العصر علیہ السلام کے القاب سے بھی یاد کیا جاتا ہے آپ خدا کے حکم سے زندہ ہیں اور ہماری ناقدریوں کی بنا پر پردۂ غیب میں ہیں انشاء اللہ جب دنیا آپ کے استقبال کے لیئے آمادہ ہو جائے گی اور خداوند عالم کا حکم ہو گا اس وقت آپ غیبت کا پردہ اٹھا کر ظاہر ہوں گے۔ لوگ اس وقت آپ کے وجود مبارک سے اس طرح فائدہ اٹھا رہے ہیں جس طرح بادلوں کے پردوں میں پوشیدہ سورج سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

آج کے دور میں ہر شیعہ کی ایک اہم ذمہ داری یہ ہے کہ وہ صبح و شام اور ہر وقت اپنے امام کے ظہور کا انتظار کرتا رہے اور خود میں وہ

صفات وعادات پیدا کرے جو ایک سچے انتظار کرنے والے کے لئے لازمی وضروری ہے۔اس طرح خود بھی بہترین عادات و اخلاق سے آراستہ ہو کر حضرت کا انتظار کرے اور ساری دنیا کو بھی اچھی عادتوں سے آراستہ کرائے اور کائنات کے فرد فرد کو سراپا انتظار بنادے۔

معرفت قیامت

وہ خدا جو کائنات اور انسان کو خلق کر سکتا ہے۔اس کے لئے ان کا دوبارہ پیدا کرنا کوئی مشکل نہیں ہے۔جب کچھ نہ تھا تو سب کچھ ہو گیا۔اور جب کچھ نہ ہو گا تو سب کچھ ہو جائیگا۔قیامت کا عقیدہ اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔اس عقیدہ کا انکار انسان کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔آیتوں اور روایتوں میں جگہ جگہ قیامت کا تذکرہ ملتا ہے۔قرآن کریم میں ایمان باللہ (توحید) کے ساتھ ساتھ ایمان بالآخرۃ (قیامت) کا تذکرہ ہے۔اور یہ اس لئے ضروری ہے۔

(ا) انسان میں باقی رہنے کی تمنا فطری تمنا ہے۔انسان فنا کے تصور

سے گھبراتا ہے چند دنوں کی زندگی کے لئے بھاری سرمایہ خرچ کر دیتا ہے۔ دنیا اپنی تمام وسعتوں کے باوجود اس کو بقاء فراہم نہیں کر سکتی ہے۔ کیونکہ وہ خود بھی تو فانی ہے۔ اگر صرف دنیا ہی کو مقصد تخلیق قرار دے دیا جائے۔

تو تخلیق بے مقصد ہو جائے گی قرآن کریم نے اس حقیقت کی طرف ان الفاظ میں اشارہ فرمایا ہے:

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ. [۱]

کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ ہم نے تم کو بیکار پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف واپس نہیں آؤ گے۔

لہٰذا دنیا مقصد تخلیق نہیں ہے اس بنا پر ضروری ہے کہ ایک ایسی دنیا ہو جہاں صرف بقاء ہی بقاء ہو فنا کا تصور نہ ہو۔ اسی لئے قرآن کریم میں قیامت کے تعلق سے باربار خالدون، خلود (ہمیشگی) کا لفظ استعمال ہوا

---

۱ سورہ مومنون، آیت ۱۱۵

ہے۔

(۲) جب ہم اس دنیا میں دیکھتے ہیں تو ہمیں کثرت سے ایسے افراد ملتے ہیں جنھیں اس دنیا میں ان کی مظلومیت کا صلہ نہیں ملا۔ اور وہ مظلوم ہی اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ اور دوسری طرف ایسے ظالم و جابر بھی نظر آتے ہیں جنہیں ظلم کی سزا نہیں ملی۔ وہ جب تک زندہ رہے ظلم کرتے ہی رہے۔ مظلوم کو صلہ نہ دینا اور ظالم کو سزا نہ دینا خود ایک ظلم ہے.............اور خدا کی ذات اقدس ہر طرح کے ظلم سے پاک و منزہ ہے۔ وہ عادل ہے وہ زرہ برابر کسی پر ظلم نہیں کرتا ہے۔ لہٰذا اسکی عدالت کا تقاضا ہے کہ ایک ایسی بھی دنیا ہو جہاں ان لوگوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے۔ ظالم کو اس کے ظلم کی سزا دی جائے اور مظلوم کو بہترین جزاء تاکہ کسی کے حق میں ذرا بھی ظلم نہ ہونے پائے۔

قیامت کا عقیدہ انسان کو سدھارنے کے لئے اکسیر ہے۔ جو انسان دل کی گہرائیوں سے یہ یقین رکھے گا کہ ایک دن اس کو اس کے اعمال کا

بدلا ملے گا۔

فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ. وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ.[1]

جو ذرہ برابر نیکی انجام دے گا وہ قیامت میں اس کو دیکھے گا اور جو ذرہ برابر بدی انجام دے گا وہ اس کو دیکھے گا۔

آج کوئی بھی انسان اس کے لئے تیار نہیں ہے کہ رنگے ہاتھ اسکی برائیوں کی تصویریں دکھائی جائیں۔ تو جس انسان کو قیامت پر یقین ہو گا اور یہ یقین ہو گا کہ وہاں اعمال دِکھائے جائینگے تو ہر انسان اس بات کی پوری کوشش کرے گا کہ برائیاں اسکے نزدیک نہ آنے پائیں۔ اور وہ شخص برائیوں سے دور رہنے کی بھی کوشش کرے گا خداوند عالم یقیناً اسکی مدد کرے گا اور اس کو ثباتِ قدم عطا کرے گا۔

موت سے قیامت تک کے درمیانی مرحلہ کو برزخ کہا جاتا ہے

---

۱ سورہ الزلزال، آیت ۷-۸

قیامت میں انسان دوبارہ زندہ کیا جائے گا اعمال پیش کئے جائینگے حساب و کتاب ہو گا۔ اعمال وزن کئے جائینگے پل صراط سے گذرنا ہو گا۔ جو صحیح و سالم گذر جائیگا وہ جنت میں جگہ پائیگا اور جو لڑکھڑا جائیگا وہ جہنم میں گِر جائیگا۔

اعمال

اسلامی تعلیمات کا وہ حصہ ہے جس کا تعلق اعضاء و جوارح سے ہے جن کو فروع دین کہا جاتا ہے۔ اس پر عمل کرنے کے لئے ضروری ہے یا انسان خود مجتہد ہو۔ یا پھر کسی مجتہد کی تقلید کرتا ہو یعنی اپنے اعمال میں اس کے اجتہاد کے مطابق عمل کر رہا ہو۔ کیونکہ غیبت کے زمانے میں امام عصر علیہ السلام نے ہم کو آزاد قرار نہیں دیا ہے بلکہ ہمیں علماء و مجتہدین کے حوالے کیا ہے اور ان کی رائے کے مطابق عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور ان کی مخالفت کو اپنی مخالفت قرار دیا ہے۔

فروع دین زندگی کے جملہ مسائل کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے

جن میں سے روز مرہ کے نہایت ضروری مسائل توضیح المسائل میں موجود ہیں۔ اگر کوئی شخص نہ خود مجتہد ہے اور نہ کسی مجتہد کی تقلید کرتا ہے بس اپنی پسند اور ناپسند کے مطابق عمل انجام دیتا ہے تو اسکا عمل خدا کی بارگاہ میں قبول نہ ہوگا اس بنا پر توضیح المسائل کا بغور مطالعہ کرنا، مسئلہ کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا ہمارا فریضہ ہے۔

فروع دین کے مسائل کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور ان حصوں کو کتاب کا نام دیا گیا ہے یہاں صرف ایک اجمالی فہرست پیش کرتے ہیں تا کہ یہ معلوم ہوجائے کہ زندگی کے کتنے اہم مسائل ان کتابوں میں موجود ہیں:

۱۔ کتاب الطہارۃ

۲۔ کتاب الصلواۃ

۳۔ کتاب الصوم (روزہ)

۴۔ کتاب الخمس

۵۔کتاب الزکاۃ

۶۔کتاب الحج

۷۔کتاب الجہاد

۸۔کتاب الامر بالمعروف و النھی عن المنکر

۹۔کتاب التجارۃ

۱۰۔کتاب الشرکۃ

۱۱۔کتاب الصلح

۱۲۔کتاب الاجارہ (کرایہ)

۱۳۔کتاب الجعالہ (انعام)

۱۴۔کتاب الزراعۃ (کھیتی)

۱۵۔کتاب المساقات (سینچائی)

۱۶۔کتاب المفلس (دیوالیہ)

۱۷۔ کتاب الوکالۃ

۱۸۔ کتاب القرض

۱۹۔ کتاب الحوالہ

۲۰۔ کتاب الدین (قرض)

۲۱۔ کتاب الضمان (ضمانت)

۲۲۔ کتاب الکفالۃ

۲۳۔ کتاب العاریہ (عاریت)

۲۴۔ کتاب الودیعہ (امانت)

۲۵۔ کتاب النکاح

۲۶۔ کتاب الطلاق

۲۷۔ کتاب الغصب

۲۸۔ کتاب اللقطہ (وہ مال جو پڑا ہوا مل جائے)

۲۹۔کتاب الذباحه(ذبح کرنے کے احکام)

۳۰۔ کتاب الصید(شکار)

۳۱۔کتاب الاکل و الشرب(کھانا پینا)

۳۲۔کتاب النذر

۳۳۔کتاب العهد

۳۴۔کتاب الیمین(قسم)

۳۵۔کتاب الوقف

۳۶۔کتاب الوصیة

۳۷۔کتاب الارث(میراث)

۳۸۔کتاب الدیة(وہ جرائم جن کا جرمانہ دینا پڑتا ہے)

۳۹۔کتاب الحدود(سزائیں)

اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے اعمال صحیح ہوں اور بارگاہ خدا میں قبول

ہو جائیں تو ہر عمل سے متعلق مسائل کو توضیح المسائل میں غور سے پڑھ لیں اور عمل کریں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ایک مدت کے بعد ہمیں معلوم ہو کہ ہمارے سارے اعمال ناقص تھے۔جو مسائل توضیح المسائل میں نہ ملیں ان کے سلسلے میں معتبر عالم دین کے طرف رجوع کیا جائے۔

اخلاق

ابتدا میں یہ بات بیان کر چکے ہیں کہ انسان جسم اور روح کا مجموعہ ہے یہ روح ہے جو انسان کو انسان بنا دیتی ہے اس روح کو اچھے اخلاق آراستہ کرتے ہیں اور بری عادتیں، وخراب افکار داغدار کرتے ہیں۔اسلام جو انسان کو انسان کامل دیکھنا چاہتا ہے جس کو فرشتوں سے بھی بلند تر منزل پہ دیکھنا چاہتا ہے اس نے انسان کو اچھی عادتوں سے متصف اور بری عادتوں سے متنفر رہنے کا حکم دیا ہے وہ عادتیں جو زہر ہلاہل ہیں ان میں بعض کو گناہ کبیرہ کہا جاتا ہے جن پر ایک مرتبہ بھی عمل کرنے سے اعتبار ساقط ہو جاتا ہے۔(عدالت ختم ہو جاتی ہے)

مسلمان کا فریضہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو اچھی عادتوں اور اخلاق سے آراستہ کرے اور اپنے آپ کو بری عادتوں سے پاک و پاکیزہ رکھے۔ ذیل میں بعض اچھی اور بعض بری صفات کا تذکرہ کرتے ہیں۔

ویسے ان باتوں پر عمل کرنے کے لیئے بہترین چیزیں وہ دعائیں ہیں جو ائمہ معصومین علیہم السلام سے منقول ہیں۔ اگر انسان دعائے کمیل، دعائے صباح، دعائے مکارم اخلاق دعائے توبہ، دعائے ندبہ............ صحیفۂ سجادیہ کی تمام دعاؤں کو سمجھ سمجھ کر اور خصوصاً دل سے پڑھے تو اخلاق سنوارنے کا اس سے بہتر کوئی اور ذریعہ نہیں ہے۔

اچھی عادتیں	خراب عادتیں
سچائی	جھوٹ
امانت داری	خیانت
فرائض کی ادائیگی	ترک واجبات
والدین کی اطاعت	عقوق والدین
انکساری	تکبر
بردباری	غصہ
عفو ودرگذشت	انتقام
وعدہ کی وفاداری	وعدہ خلافی
صلہ رحم	قطع رحم
قناعت	حرص
شکر گذاری	ناشکری
قرض کی ادائیگی	قرض ادا نہ کرنا یا اس میں کوتاہی کرنا

جو حضرات اس سلسلے میں تفصیلی معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ "**المنتظر مراسلاتی اسباق**" کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔ اس کی کوئی فیس نہیں ہے۔ صرف مراسلاتی سبق جو آپکی خدمت میں روانہ کیا جائیگا اسکا جواب لکھنا ہوگا۔ اور اسے حاصل کرنے کے لئے آپ مندرجہ ذیل طریقوں پر اپنا نام اور مکمل پتہ پن کوڈ کے ساتھ ارسال کر سکتے ہیں:

(۱)

خط: پتہ یہ لکھے

ASSOCIATION OF IMAM MAHDI (A.S.),
P.O. BOX NO. 19822, MUMBAI - 400 050.

(۲)

SMS کے ذریعہ اس موبائل نمبر پر 0998777757

(۳)

ای میل (Email) کے ذریعہ course@almuntazar.com

اور یہ دروس اردو، انگریزی و ہندی زبان میں موجود ہیں۔ آپ جس زبان میں چاہیں حاصل کر سکتے ہیں۔

انگریزی زبان کا سلسلہ دروس اور خصوصی شمارہ المنتظر محرم الحرام و شعبان المعظم آپ ویب سائٹ www.almuntazar.com پر بھی ملاحظہ کر سکتے ہیں۔